علوم کشفیہ اور شاہ ولی اللہؒ

مولانا محمد عبداللہ عمرپوری[۱]

علوم عقلیہ کی طرح علوم کشفیہ و وجدانیہ میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا طریقہ بڑی احتیاط، نہایت سلامت روی، حکیمانہ استنباط و استخراج اور استقامت علی الدین القویم کا پورا حامل ہے، حضرت شاہ صاحب کے نزدیک علوم کشفیہ وہی معتبر ہیں، جو کہ نقل صحیح سے پوری مطابقت رکھتے ہیں۔ اور نقل صحیح وہ ہے، جس کا سلسلۂ روایت مخبر صادق و مصدوق اور احسنِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک تک بلا غبار و بلا ریب و شک پہنچتا ہے آپ کے نزدیک نقل صحیح ہی علوم کشفیہ کا اصل مرکز و منبع ہے اور علوم کشفیہ میں سے جو چیز اس کے مخالف ہو، یا اس سے متصادم ہوتی ہو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

اسی نقل صحیح کی روشنی میں حضرات صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی تنقیح کی جاتی ہے، اور تحقیق کے بعد ان کے ارشادات نبوی کے مطابق ہونے پر علوم فقہ، تفسیر، تاریخ، معارف، آثار، فتاویٰ اور اقضیہ قابل اعتبار قرار پاتے ہیں، اور ان کا شمار علوم نقلیہ میں کیا جاتا ہے

---

[۱] اس سلسلے کا پہلا مضمون "علوم عقلیہ اور خانوادۂ ولی اللہی" جولائی کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔

مکشوفات اور وجدانیات کے علوئے مرتبت کے درجات کا تعین صاحب کشف کی پاکیزگیِ طبع، صحتِ شعور و وجدان اور بلندیٔ فکر سے ہوتا ہے، اور یہ چیز انبیائے علیہم السلام کے بتلائے ہوئے راستے پر چلے اور ان کی ہدایت سے مستفید ہوئے بغیر میسّر نہیں ہوتی، اسی لئے ہمارے نزدیک مکاشفہ و مشاہدہ وہی معتبر ہوگا جو شریعت حقہ کے نقیض نہ ہو۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ از آفتاب گویم

بذاتِ خود کشف صحیح ایک حقیقت ثابتہ ہے، جس کا انکار کوئی سلیم الفطرت انسان نہیں کر سکتا۔ اس ضمن میں رویائے صادقہ بھی آتا ہے جو روحانی مشاہدے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور اس کی اصلیت، واقعیت اور اس سے مترتب ہونے والے آثار کسی سے پوشیدہ نہیں، خود انبیا علیہم السلام کی نبوت بھی اس سلسلے کی ایک نہایت کامل اور ترقی یافتہ صلاحیت ہے، جو عالم بالا سے تعلق پیدا کرنے کے بعد وہاں مقبولیت کا درجہ حاصل کر کے اس عالم اسفل کو نور ہدایت سے منور کر دیتی ہے۔ رویائے صادقہ اور روحانی مشاہدہ کے واقعات بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا یہ فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ خصوصیت کے ساتھ اس صلاحیتِ روحانی سے اکابر اولیاء اللہ اور صالحین امت کو حصہ وافر عطا ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی ذات سے اس کی ہمت اور قوت کے مطابق عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے

شاہ ولی اللہ کا گھرانا ایسے ہی پاکیزہ نفوس بزرگان دین اور صالحین امت کا تھا اور اس میں روحانی کمالات نسلاً بعد نسل چلے آتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کو اپنے والد بزرگوار کے واسطے سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشد و اکابر خلفاء حضرت سید آدم بنوری اور حضرت خواجہ عبداللہ بن حضرت خواجہ باقی اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے مزید فیوض روحانی حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مزید یہ کہ آپ نے اپنی ان بہم کردہ روحانی صلاحیتوں کو اہل حرمین شریفین کی خدمت عالیہ میں پہنچکر اور تقویت پہنچائی۔ اور حرمین شریفین کی برکات، انوار، فیوضات

اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ پُرفتوح سے آپ بلا واسطہ استفادہ کرتے رہے جس کا بیان شاہ صاحب نے بڑی تفصیل سے اپنی کتاب فیوض الحرمین میں کیا ہے۔ نیز آپ تمام سلاسل ولایت و بیعت کے خانوادوں سے تعلق رکھتے تھے اور ان سب کے اذکار و اشغال کے مراحل طے فرما چکے تھے۔ ان سب امور کا ذکر آپ نے اپنی تصانیف قول جمیل۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اور ہمعات میں کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے معارفِ تصوف و ولایت کے متبحرین اور اکابر واصلین باللہ کی بلند پایہ کتابوں کا بڑی غائر نظر اور دقتِ فکر سے مطالعہ کیا تھا۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی امام غزالی اور دوسرے اہل سنت کی تصنیفات سے کافی استفادہ فرمایا آپ نے شیخ ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کی طرز پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے لطائف روحانیہ عارفانہ انداز میں اپنی کتاب تاویل الاحادیث میں قلم بند کئے ہیں۔ اور اسی قسم کی دوسری کیفیات خصوصی عنوانات کے تحت خیر کثیر، بدور بازغہ، تفہیمات الہیہ، اور کلمات طیبات میں بھی ذکر کی ہیں حضرت امام ابو حامد الغزالی کی ایک کتاب معارج القدس ہے شاہ صاحب نے اسی موضوع پر کہ انسان کے روحانی قوائے اور جسمانی لطائف کی کیا کیفیات اور خصوصیات ہیں ان کی تربیت اور تہذیب کے کیا طریقے ہیں اور اس کی تکمیل کے بعد ان کا انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اپنی کتاب الطاف القدس لکھی۔ اور بعض دوسری کتابوں میں بھی ان پر روشنی ڈالی ہے۔

الطاف القدس کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان روحانی کمالات کے جھوٹے مدعیوں کے دھوکے سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور ان کے فریب میں نہیں آ سکتا۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی سنئے ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے۔ راقم السطور مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد علاج کے لئے کراچی میں مقیم تھا کہ حیدرآباد دکن سے ایک ماہر روحانیت کی آمد کا بڑا شہرہ ہوا۔ حکیم علی محمد قادری مرحوم کے دولت کدے پر میری اس شخص سے ملاقات ہوئی اس کا کمال یہ تھا کہ اگرچہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہوتی، لیکن وہ کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر فر فر

پڑھ ڈالتا۔ اور اس میں کوئی غلطی نہ ہوتی۔ لوگوں کا اس شخص کی طرف بے پناہ رجوع تھا اور وہ بڑی فرط عقیدت سے اس کے ہاتھ چومتے تھے۔ حالانکہ یہ شخص مطلق دین دار نہ تھا اور اس کے اخلاق بھی اچھے نہ تھے۔ اس قسم کی شعبدہ بازی سے بچنا بہت ضروری ہے۔

حضرت امام غزالی کا ایک رسالہ مشکوٰۃ الانوار ہے۔ اس کے موضوع معارف آیۃ النور (اللہ نور السموات والارض) پر حضرت شاہ صاحب نے بھی لکھا ہے، آپ کا رسالہ السطعات اسی موضوع پر ہے۔ امام غزالی کے رسالہ ہدایہ الہدایہ کی طرز پر شاہ صاحب نے قول جمیل اور رسالہ الوصیتہ لکھا۔ نیز آپ نے تصوف وسلوک کے تمام معارف کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اس راہ کے ہر مقام کی صحیح قدر وقیمت معین کی اور اپنی کتابوں میں ان امور کی توضیح فرمائی۔ آپ کو فیضان قدرت سے ابداع اور معرفت استعداد نفوس کے نئے علوم عطا ہوئے۔ ہاں تجلی، تدلی، خلق وتدبیر کے معارف میں آپ دوسرے اہل عرفان کے ساتھ مساوی الاقدام ہیں۔ نیز آپ کو تاثیر دا جابت دعا کے اسباب الہام کئے گئے نیز آپ پر تاثیرات اسمار اللہ تعالیٰ منکشف کی گئیں لمحات، ہوامع، خیر کثیر، تفہیمات الہیہ اور بدور بازغہ میں انہی معارف ذائقہ کو قلم بند کیا گیا ہے۔ پھر ان مطالب عالیہ کو قابل فہم بنانے کے لئے قرۃ العینین میں خلاصہ کے طور پر ایک متن مرتب فرمایا۔ جسے ہم الحکمتہ الفائقہ کہہ سکتے ہیں اب اس متن کو آپ مرکز تصور کریں اور علوم ولی اللہیہ کو اس کے گرد پیدا ہونے والے وسیع دائرہ کی توسیں اور معارف ولی اللہیہ کی مرکزی کتاب حجتہ اللہ البالغہ کو اس مرکز کا قریب ترین دائرہ۔

شکر للہ کہ کند بندۂ خود را تعلیم
گہ بوحی وگہ بالہام گہ بطریق تفہیم
ہر کہ جانش نشود معدن اسرار الہ
اُو نہ صوفی است نہ ملا نہ محقق نہ حکیم
(حضرت شاہ عبدالعزیز)